26 جنوری، یوم خودمختاری

خطبہ ٔجمعہ، برموقعہ 26 جنوری 2018

منجانب: .... آل انڈیا امامس کونسل

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم، أما بعد! فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم.

”وقل رب ادخلني مدخل صدق، واخرجني مخرج صدق، واجعل لي من لدنک سلطانا نصيرا“. (اسراء:۸۰)

خوب بہتی ہے امن کی گنگا بہنے دو مت پھیلاؤ دیش میں دنگا رہنے دو

لال ہرے رنگ میں نہ بانٹو ہم سب کو سب کی چھت پر ایک ترنگا رہنے دو

معزز سامعین کرام!

26 رجنوری کی تاریخ، جسے ہم ”یوم جمہوریہ“ کہتے ہیں۔ ہم ہندستانیوں کے لیے بہت اہمیت رکھتی ہے۔ یہ دن ہندستان میں بسنے اور پیدا ہونے والے ہر فرد کی خودمختاری اور مذہبی و دستوری اختیارات کے حصول کی تاریخ ہے۔ اس تاریخ کو یاد رکھ کر، اس کی آزادیوں اور حقوق کو حاصل کرنے کی جد و جہد میں لگا رہنا اور اس کے راستے میں حائل ساری رکاوٹوں کو ختم کرنے کے لیے قانونی و عوامی لڑائی لڑنا اس تاریخ کا حق ہے۔

آئین کو مرتب کرنے میں دو سال، گیارہ مہینے، سترہ دن لگے۔ یہ آئین 26 رنومبر 1949 کو بن کر تیار ہوا، جس پر 6.4 کروڑ روپے خرچ ہوئے۔ 26 جنوری 1950 کے دن سے ہمارے ملک میں یہ آئین ”دستورِ ہند“ کے طور پر باتفاقِ تمام قبول اور نافذ کیا گیا۔ آئین کے تحت ہندستان ایک سیکولر، جمہوری ملک اور دنیا کی سب سے بڑی جمہوریہ ہے۔

”ہم بھارت کے عوام متانت و سنجیدگی سے عزم کرتے ہیں کہ: ”بھارت کو ایک مقتدر، سماج وادی، غیر مذہبی اور عوامی جمہوریہ بنائیں گے، اس کے تمام شہریوں کے لیے سماجی، معاشی اور سیاسی انصاف ہوگا، اظہارِ خیال، عقیدہ، دین اور عبادت کی آزادی رہے گی، حیثیت موقع کے لحاظ سے مساوات و برابری برتی جائے گی اور ان سب میں ایسی اخوت کو ترقی دی جائے گی جس سے فرد کی عظمت اور قوم کے اتحاد اور سالمیت کا تیقن ہو۔ اپنی آئین ساز اسمبلی میں آج ۲۶ رنومبر، ۱۹۴۹ء کو یہ آئین بذریعہ ہٰذا اختیار کرتے ہیں، وضع کرتے ہیں اور اپنے آپ پر نافذ کرتے ہیں“۔ (مقدمہ دستورِ ہند)

۴۴ رمیں جو یکساں سول کوڈ کی بات کہی گئی ہے، اس سے مذہبی آزادی اور پرسنل لا اختیارات مستثنیٰ ہی، اس کا مطلب اس میں یکساں شہری حقوق کی بات کی گئی ہے۔ ۱۲ رسے ۵۱ ردفعات تک ہر شہری کے لیے بنیادی حقوق کے حصول کی ضمانت دی گئی ہے۔

۱۴ رسے ۱۸ رتک حق مساوات۔ ۱۹ رسے ۲۲ رتک حق آزادی۔ ۲۳، ۲۴ رمیں استحصال کے خلاف۔ ۲۵ رسے ۲۸ رتک مذہب کی آزادی کا حق۔ ۲۹ رسے ۳۰ رتک ثقافتی اور تعلیمی حقوق۔ ۳۱ رمیں قانونی تحفظ۔ ۳۲ رسے ۳۵ رتک قانونی چارہ جوئی کی آزادی کے بارے میں پوری تفصیلات موجود ہیں۔

۳۸ رمعاشی توازن برقرار رکھنے کی بات کہی گئی ہے۔ ۳۹، ۴۰ ردفعات میں حق و انصاف اور مساوی حقوق کی بات موجود ہے۔

۴۵، ۴۶ رمیں تعلیمی اور معاشی فروغ کے ساتھ پچھلے طبقات کے ساتھ خاص مراعات رکھنے کی ہدایات ہیں۔

۴۸ رمیں ماحول کو سازگار بنانے کے لیے اور ۴۹ رمیں پرانی عمارتوں، تاریخی یادگاروں کے تحفظ کی ضمانت دی گئی ہے۔

۵۱ رآرٹیکل میں لکھا ہوا ہے: ”بھارت کے ہر شہری کا یہ فرض ہوگا کہ وہ (الف) آئین پر کاربند رہے اور اس کے نصب العین اور اداروں، قومی پرچم اور قومی ترانے کا احترام کرے۔ (ب) ان اعلی نصب العین کو عزیز رکھے اور ان کی تقلید کرے جو آزادی کی تحریک میں قوم کی رہنمائی کرتے رہے ہیں۔ (ج) بھارت کے اقتدار اعلی، اتحاد اور سالمیت کو مستحکم بنیادوں پر استوار کر کے ان کا تحفظ کرے۔ (د) ملک کی حفاظت کرے ار جب ضرورت پڑے قومی خدمت انجام دے۔ (ہ) مذہبی، لسانی، اور علاقائی وطبقاتی تفرقات سے قطع نظر، بھارت کے عوام الناس کے مابین یکجہتی اور عام بھائی چارے کے جذبے کو فروغ دے؛ نیز ایسی حرکات سے باز

رہے جن سے خواتین کے وقار کو ٹھیس پہنچتی ہو۔ (و) ملک کی ملی جلی ثقافت کی قدر کرے اور اسے برقرار رکھے۔ (ز) قدرتی ماحول کو جس میں جنگلات، جھیلیں، دریا اور جنگلی جانور شامل ہیں، محفوظ رکھے اور بہتر بنائے اور جانداروں کے تئیں محبت وشفقت کا جذبہ رکھے۔ (ح) دانشورانہ رویے سے کام لے کر انسان دوستی اور تحقیق و اصلاحی شعور کو فروغ دے۔ (ط) سرکاری جائداد تحفظ کرے اور تشدد سے گریز کرے۔ (ی) تمام انفرادی اور اجتماعی شعبوں کی بہتر کارکردگی کے لیے کوشاں رہے؛ تاکہ قوم متواتر ترقی وکامیابی کی منازل طے کرنے میں سرگرم عمل رہے۔ (ک) اگر والدین یا ولی ہے، چھ سال سے ۱۴ر سال تک کی عمر والے اپنے بچوں یا وارڈ جیسی کہ صورت ہو، کے لیے تعلیم کے مواقع فراہم کرے''۔ (دستور ہند، دفعہ:۵۱)

حقوق اور آزادیوں کا تحفظ:

یہی حقوق، تحفظات، مساوات اور آزادیاں آج فسطائی جماعتوں کی آنکھوں میں شہتیر بن کر اٹکی ہوئی ہیں۔ بی جے پی کی مرکزی اور صوبائی حکومتیں انھیں اختیارات کو چھین لینا چاہتی ہیں۔ اس کے لیے پوری مستعدی کے ساتھ وہ ہر ڈپارٹمنٹ میں کام بھی کر رہی ہیں۔ میڈیا، عدلیہ، انتظامیہ اور مقننہ سب کو اس غیر قانونی کاز کے لیے استعمال کر رہی ہیں۔ طرح طرح کے ہتھکنڈے استعمال کر کے عوام کو مختلف مسائل میں اُلجھا کر وہ بڑی چالاکی کے ساتھ اپنا سارا ایجنڈے پورا کرنے میں رات ودن لگی ہوئی ہیں۔

مسائل پیدا کرنا اور ان میں الجھا کر رکھنا دراصل حقیقی مسائل اور حقوق سے دور رکھنے کی سازش ہے۔ نوٹ بندی کے بعد یکساں سول کوڈ۔ اس کے بعد تین طلاق، اس کے بعد مدارس اور آذان پر پابندی اور تن یا ہو جیسے ملک وملت دشمن کے ہندستان آنے پر حج سبسڈی کا اِشو، یہ سب غور طلب امور ہیں۔

اب ہمارا فریضہ کیا ہے؟ بلا ڈرے، لا سہمے حوصلہ وجواں مردی کے ساتھ ان مسائل کا مقابلہ کرنا، دستوری تحفظات کو بچانا اور ہر فیلڈ میں فسطائی جماعتوں کو شکست دینے کے لیے متحدہ کوشش کرنا۔ دلتوں، پسماندہ طبقوں اور ساری اقلیتوں کے ساتھ معاہدہ اور اتحاد پیدا کر کے مضبوطی کے ساتھ قدم آگے بڑھانا ہوگا، یہی ہمارے مسائل کا حل اور مستقبل کی تعمیر وتحفظ کی ضمانت ہوگی۔

ہمیں یہ سمجھنا ہوگا کہ اللہ نے ہجرت کے موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ''سلطانا نصیرا'' مانگنے کا حکم دیا ہے۔ یہ نصرت وسلطنت کا مطالبہ دراصل زمینی حکومت اور الٰہی نصرت کا مطالبہ ہے؛ تاکہ امن وانصاف اور تحفظ ومساوات والا نظام قائم کیا جاسکے۔ اور یہ کوئی قبیح چیز نہیں۔ اس سے قبل سلیمان علیہ السلام اور یوسف علیہ السلام کے ساتھ مختلف انبیاء کرام نے کارِ نبوت کو آگے بڑھانے اور اسلام کی عظمت کو لوگوں کے سامنے جتانے کے لیے اس کا مطالبہ کیا ہے۔ سورۂ اسراء کی آیت ۸۰ر سیاسی امور سے متعلق ہے۔ اور سیاست انبیاء کرام کی سنت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میثاق مدینہ سے غیر مسلم قوموں کے ساتھ سیاسی معاہدے کئے۔ ہمیں اسی معاہدے کے تناظر میں آئین ہند کا جائزہ لے کر، ہندستانی ماحول میں اس کی رہنمائی میں مسلمانوں کو، ملک میں کرایہ دار کی حیثیت سے نہیں، حقدار اور حکمرانی میں حصہ دار کی حیثیت سے جینے کا حوصلہ پیدا کرنا ہوگا۔ یہی اللہ کی منشاء ہے؛ مگر یہ آسان بھی نہیں ہے۔ اس کے لئے وہ تمام مراحل طے کرنے ہونگے جو صحابہ نے مکی اور مدنی زندگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طے کئے۔

داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالی نے کہا ہے: "یا داؤد اِنا جعلناك خلیفة في الأرض، فاحکم بین الناس بالحق". (ص:۲۶)

اے داؤد! ہم نے تم کو ملک کا حکمراں (خلیفہ) بنایا ہے؛ اس لیے تم لوگوں کے مابین حق کا فیصلہ کرو۔

حدیث شریف میں ہے: "کانت بنو اِسرائیل تسوسهم الأنبیاء، کلما هلك نبي خلفه نبي، اِنه لانبيَّ بعدي". (بخاری)

بنی اسرائیل میں تمام سیاسی امور انبیاء کرام سنبھالتے تھے۔ جب بھی کوئی نبی گزر جاتے تو ان کی جگہ دوسرے نبی آجاتے؛ مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا واضح ارشاد ہے:

"لیس بخیر کم من ترك دنیاہ لآخرته، و لاآخرته لدنیاہ، حتی یصیب منهما جمیعا، اِن الدنیا بلاغ الی الآخرة، و لاتکون

کلا علی الناس"۔(مشکوۃ شریف)

تم میں کا وہ آدمی اچھا نہیں جو دین کی وجہ سے دنیا کو اور دنیا کی وجہ سے دین کو چھوڑ دیتا ہے، دونوں کا ہونا لازمی ہے، دنیا آخرت کا راستہ ہے، دوسروں پر بوجھ بن کر مت جیو۔

موجودہ حالات:

آج ہر طرف سے آواز آرہی ہے۔اور یہ کوئی نئی آواز نہیں ہے۔

"لنخرجنک یا شعیب و الذین آمنوا معک من قریتنا ، أو لتعودن في ملتنا، قال أو لو کنا کارهین". (اعراف:۸۸)

قوم شعیب نے کہا: اے شعیب! ہم تم کو اور تمھارے ساتھ ایمان لانے والوں کو اپنی بستی سے ضرور نکال دیں گے، یا تم لازمی طور پر ہمارے دین میں واپس آجاؤ، کہا: کیا ہمیں یہ ناپسند ہے تب بھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی قوم نے یہی کہا تھا: "لنخرجنکم من أرضنا أو لتعودن في ملتنا". (ابراہیم:۱۳)

ہم ضرور تم کو اپنے ملک سے ضرور نکال دیں گے، یا تم لازمی طور پر ہمارے دین میں واپس آجاؤ۔

آج حالت یہ ہے کہ مسلمان ملک بھر میں باوجود پچیس کروڑ ہونے کے ڈرے سہمے کیرایہ دار کی طرح ہر طرح کے حقوق سے محروم ہیں۔ان سے بھی آج وہی کہا جارہا ہے جو اس سے قبل انبیاء کے زمانہ میں ظالموں نے کہا ہے۔

اس کے کئی وجوہات ہیں۔ملک میں پنپنے والی ''فسطائیت''اس کی ایک بہت اہم وجہ ہے جس سے مسلمانوں کا واقف ہونا بہت لازمی ہے۔

فسطائیت کی ہندستانی مسلمانوں کو ملک میں تعلیمی ،سماجی، معاشی وسیاسی میدان سے الگ رکھنے کی منصوبہ بند کوشش کامیاب رہی اور متقی ودیندار مسلمانوں نے ملکی سیاسی معاملات سے نہ صرف کنارہ کشی اختیار کرلی؛ بلکہ آگے بڑھ کر سیاست،معیشت اور سماجی امور کو دنیا قرار دے کر اس پر چرچہ ہی ختم کردیا۔یہ ایک حقیقت ہے کہ اس محرومی سے مسلم امت کو صرف نیک اور مخلص لوگ ہی نکال سکتے ہیں اور مسلمانوں کو دستور ہند کی جانکاری دے کر ایک باعزت اور خوشحال زندگی کے لئے کوشش کرسکتے ہیں۔

قانون فطرت ہے:

"ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسهم،،. (رعد:۱۱)

اسباب وعلل کی اس دنیا میں مسبب الاسباب نے جو قانونِ فطرت وضع کیا ہے۔وہ کسی کے لیے بھی تبدیل نہیں ہوا کرتا۔کوئی قوم حالات کے مطابق اپنی روش نہیں بدلتی تو زمانہ ٹھہر کر اُس کے بدلنے کا انتظار نہیں کرتا۔اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔

ہندستانی مسلمانوں کی موجودہ سماجی بدحالی اور سیاسی اقتدار سے محرومی دراصل اُن کی اپنی کوتاہیوں کا نتیجہ ہے کہ مسلمانوں نے ملک کو آزاد تو کرایا؛ مگر اس میں اپنا حصہ لینے نہیں آئے۔انہوں نے یہ سمجھا کہ حکومتیں ان کے ساتھ انصاف کریں گی اور ان کے ساتھ برابری اور انصاف کا معاملہ کریں گی؛ مگر ایسا کچھ نہیں ہوا؛ بلکہ معاملہ الٹا ہوا، اور انہیں کیرایہ دار کی طرح جینے پر مجبور کردیا گیا۔

دنیا اسلام کی نگاہ میں:

وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِن كَمَا أَحْسَنَ اللّٰهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ۔(قصص:۷۷)

یہ آیت قارون کا قصہ بیان کرتی ہے۔اللہ نے قارون سے یہ نہیں کہا کہ: تم دنیا سے دست بردار ہوجاؤ؛ بلکہ یہ نصیحت کی کہ جو کچھ اللہ نے تمہیں دیا ہے۔اس سے اپنی آخرت کے گھر کی کوشش کرو، آخرت کی کوشش کا مطلب یہ نہیں کہ دنیا کو بالکل ہی چھوڑ دو، قرآن نے اگلے ہی جملے میں کہا۔

"ولا تنس نصیبک من الدنیا" دنیا میں جتنا حصہ تمہیں ملنا ہے اور جو تمہاری ضرورت ہے اس کو حاصل کرنا مت بھولو۔اتنی دنیا حاصل کرو

جس سے تمہارے باعزت جینے کی ضرورتیں پوری ہوکر، دوسروں پر احسان بھی کرسکو۔''**وأحسن كما أحسن الله اليك**'' .

دنیاوی حکومت اگر غلط لوگوں ،ظالموں، جابروں اور بے رحموں کے ہاتھوں میں چلی گئی تو اس دنیا و دولت سے زمین میں فساد برپا ہوگا۔اس سے اللہ نے منع فرمایا:''**ولا تبغ الفساد فی الارض ان الله لا یحب المفسدین**''.(قصص:۷۷)

نیک اور متقی لوگوں کے پاس مال و دولت،سلطنت اور حکمرانی آئے گی تو زمین پر انصاف قائم ہوگا۔اللہ کی کمزور مخلوق کو راحت کی زندگی کے مواقع میسر ہونگے ۔اس لیے امن وامان والے نظام کی تاسیس اور تقویت کے لیے منصف اور حق پسند لوگوں کو سیاست میں آنا پڑے گا۔

ایک بہت بڑی غلط فہمی:

کوئی مسلمان اگر دین کے مطابق زندگی گذارنا چاہتا ہے تو اسے دنیا چھوڑنا پڑے گا۔دنیا کے سیاسی معاملات چھوڑنے ہونگے ۔اس غلط فہمی کی وجہ ہماری قرآن سے ناوقفیت ہے۔ہمیں یہ بات معلوم ہی نہیں ہے کہ اسلام نے دنیا کے بارے میں کیا تصور پیش کیا ہے۔ یہ دنیا کیا چیز ہے؟ دنیا میں سیاسی قوت اور مال واسباب کو اختیار کرنا کتنا ضروری ہے؟۔

اللہ تبارک وتعالی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے یہ نہیں چاہتے کہ مسلمان دنیا چھوڑ کر مایوس کن طرز زندگی، پستی اور محکومی کو اپنالیں ۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تعلیمات ہمیں عطا فرمائی ہیں، اس میں یہ کہیں نہیں کہا کہ تم دنیا کو چھوڑ دو ۔ملکی سیاسی معاملات میں حصہ دار نہ بنو، سہولت والا مکان نہ بناؤ، اچھا عمدہ کھانا نہ کھاؤ، زیب وزینت کا لباس نہ پہنو، اچھی عمدہ سواریاں نہ خریدو۔اس قسم کا کوئی حکم شریعت محمدیہ میں موجود نہیں!

اصل منزل آخرت:

قرآن کی نظر میں یہ دنیا انسان کی آخری منزل نہیں ؛ بلکہ آخرت تک پہنچانے کے لئے ایک مرحلہ ہے۔ یہ ایک عبوری دور ہے۔اس عبوری دور کو یقیناً اچھی حالت میں گزارنا ہے۔اسلام نے دنیا کو اس قدر اہمیت دی کہ کہ دنیوی منافع کو قرآن کریم میں ''خیر'' اللہ کا فضل کہا۔اسلام دنیا سے منقطع ہوکر جینے کی تعلیم نہیں دیتا۔

قرآن مجید اور احادیث کے کسی ٹکڑے کی نشاندہی نہیں کی جاسکتی جس میں غلامی یا غربت وافلاس کو سراہا گیا ہو۔اب رہی وہ حدیثیں جن میں زہد اور دنیا سے کنارہ کشی کی تعریف کی گئی ہے تو حقیقت یہ ہے کہ غریبی ونا داری کی تعریف سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ان احادیث کا مطلب سیاسی قوت ہو؛ مگر دنیوی عہدوں اور منصبوں کی خواہش دل میں نہ ہو، اسکی تعریف کی گئی ہے۔وہ آدمی کیسے تارک الدنیا ہوگا جس کے پاس حکومتی اختیارات نہ ہو، پھوٹی کوڑی تک نہ ہو۔

اسلام کی نگاہیں انسانوں کی مادی ، روحانی ، مذہبی ، اخلاقی ، سیاسی ، معاشرتی اور معاشی غرض جملہ ضروریات پر گہری اور متوازن ہیں ۔ہمیں پوری جرأت سے اسلام کے ان اساسی اوصاف کی طرف لوگوں کو دعوت دینا ہے۔''یوم جمہوریہ'' کے موقع پر اسلام کا پیغام پوری قومیت کو دینے کی ضرورت ہے۔

یہ یاد رکھیں کہ انسان وہی حاصل ہوتا ہے، جس کے لیے وہ کوشش کرتا ہے۔جس کے لیے کوشش نہیں کرتا ہے، وہ انسان کو حاصل نہیں ہوتا ہے، صرف خیالی اور ذہنی منصوبہ نتیجہ آور نہیں بن سکتا ہے۔اگر نتیجہ چاہیے تو عملی اقدامات کرنے ہی ہوں گے۔

''**وان لیس للانسان الا ما سعی وان سعیه سوف یری**''.

ظلم اور جبر کی پہچان مٹا کر رکھ دیں اب بھی ہم چاہیں تو کہرام مچا کر رکھ دیں
خشک تنکوں کی طرح بکھرے ہوے ہیں ہم لوگ ایک ہو جائیں تو دنیا کو ہلا کر رکھ دیں

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين